عصمتِ انبیاء کے تحفظ میں
کنزالایمان کا کردار

پروفیسر دلاور خان

پرنسپل گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن اینڈ پروفیشنل ڈیولپمنٹ سنٹر ایجوکیشن سٹی ملیر، کراچی

واٹس ایپ نمبر: 3222413267 92+

عصمت انبیاء کے تحفظ میں کنزالایمان کا کردار

پروفیسر دلاور خان

عصمت کا معنی و مفہوم:

لغوی اعتبار سے عصمت ع ص م کے مادے سے اسم مصدر ہے جس کے معنی ہیں بچاؤ، گناہوں سے بچنے کا ملکہ۔ یعنی گناہ اور خدا کی نافرمانی سے دوری اختیار کرنا۔ ایک نکتہ نظریہ ہے کہ گناہ پر عدم قدرت عصمت ہے اور بعض کے نکتہ نظر کے مطابق عصمت ایک ایسا وصف ہے جو معصوم کو باوجود قدرت علی المعصیۃ کے معصیت سے روکتا ہے یعنی عصمت ایک ایسی داخلی طاقت ہے جو انبیاء کو ترک اطاعت، فعل معصیت اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

عصمت کی تعریف:

(۱)۔ العصمة ملكة نفسانية خلقها الله سبحانه فى العبد فيكون سبا ماعاديا لعدم خلق الذنب فيه۔(۱)

عصمت ذات میں اس پختہ قوت کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی بندے میں جب پیدا فرمادیتا ہے تو اس سبب عادی کی وجہ سے اس میں گناہ پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔

(۲)۔ ھی لطف من الله تعالیٰ یحمله علی فعل الخیر ویزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقاً للابتلاء۔(۲)

یہ اللہ کا لطف ہے جو بندے کو فعل خیر پر ابھارتا ہے اور شر سے بچاتا جاتا ہے باوجود یہ کہ آزمائش کے سبب اس میں اختیار ہوتا ہے۔

(۳)۔ عصمت ایک لطف خداوندی ہے جو نبی کے شامل حال رہتا ہے ایک ملکہ نفسانیہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی ذات میں پیدا کردیتا ہے جو نبی کی ذات مقدسہ میں ”عدم خلق معصیت“ کا سبب بن جاتا ہے۔ جس کے باعث باوجود قدرت واختیار کے نبی سے گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔

عصمتِ انبیاء سے متعلق نظریات:

(۱)۔ خوارج میں سے ازارقہ نے ان (انبیاء) کے لیے گناہ کا صدور ممکن مانا اور ان کے نزدیک ہر گناہ کفر ہے۔

(۲)۔ حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۳)۔ اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز نہیں البتہ عمداً صغیرہ کا صدور جائز ہے۔ البتہ ان سے صغائر کا صدور جائز نہیں جس سے لوگ متنفر ہوں۔

(۴)۔ جبائی کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں البتہ تاویلاً جائز ہے۔

(۵)۔ رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوتا۔ صغیرہ نہ کبیرہ سہواً نہ عمداً، تاویلاً نہ خطاً۔

(۶)۔ انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطا کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ ان سے سہو اور خطا پر مواخذہ ہوتا ہے۔

(۷)۔ انبیاء سے قبل از نبوت گناہ کا صدور ممکن ہے لیکن بعد از نبوت گناہوں کا صدور ممکن نہیں۔

(۸)۔ انبیاء سے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے قبل از نبوت اور بعد از نبوت معصوم ہیں البتہ کسی وقت ان سے خطاً یا نسیاناً ممکن ہے مگر تبلیغی امور میں اس خطا اور نسیان سے بھی محفوظ ہیں۔ یہ تو تھا عام انبیاء کے لیے عقیدہ جب کہ امام الانبیاء سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امت کا اجماع ہے کہ آپ سے کبھی

بھی کسی قسم کا گناہ سرزد نہیں ہوا نہ نبوت سے قبل نہ بعد، نہ قصداً نہ سہواً نہ کبیرہ نہ صغیرہ آپ بالکل معصوم تھے۔

(۹)۔ انبیاء کی عصمت سے متعلق سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے دو مؤقف ہیں۔

اول: انبیاء علیہم السلام صغیرہ و کبیرہ گناہ سے قصداً و سہواً قبل از نبوت اور بعداز نبوت معصوم ہیں۔

دوم: انبیاء علیہم السلام کو گناہ کا تو اختیار و ارادہ حاصل ہے مگر قصداً و سہواً کبیرہ و صغیرہ کے مرتکب نہیں ہوتے۔ جب کہ پہلا مؤقف جمہور اہلِ سنّت کا ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں:

(۱)۔ الانبیاء علیھم السلام کلھم منزھون عن الصغائر و الکبائر والکفر و القبائح۔(۳)

حضرات انبیاء علیہم السلام تمام کے تمام چھوٹے بڑے گناہ اور ہر قسم کے کفر و قبح سے پاک ہوتے ہیں۔

(۲)۔ حضرت علی قاری اس کی شرح اس طرح فرماتے ہیں:

ھذالعصمة ثابته لِلانبیاء قبل النبوة وبعد ھا علی الا صحح۔(۴)

اور صحیح مذہب میں حضرات انبیاء کرام کے لیے یہ عصمت قبل نبوت اور بعد نبوت ہر دو حال کے لیے ثابت ہے۔

(۳)۔ امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

الانبیاء علیھم السلام معصومون لایصدر عنھم ذنب لوصغیرہ سھوا۔(۵)

حضرات انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے گناہ کا صدور نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ بطور سہو صغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۴)۔ علامہ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

وتنذیھه عنه قبل النبوة قطعاً وتنزیھه عن الکبائر اجماعاً وعن الصغائر تحقیقاً۔(۶)

حضور علیہ السلام اعلان نبوت سے پہلے بھی قطعاً پاک ہیں اور آپ کبائر سے اجماعاً اور صغائر سے تحقیقاً پاک ہیں۔

(۵)۔ شیخ الاسلام ذکریا الضاری فرماتے ہیں:

حتی لایقع فی کبیرہ اجماعاً ولافی صغیرہ علی الاصح۔

حتیٰ کہ ان سے بالاتفاق کبیرہ کا صدور نہیں ہو سکتا اور اصح یہ ہے کہ صغیرہ کا بھی صدور نہیں ہو سکتا۔

(۶)۔ امام شہاب الدین احمد خفاجی شرح شفاء میں رقم طراز ہیں:

ولما کان اللہ لم یرسل الی خلقه الا من ھو اعقل اھل زمانه واقواھم فطرة واحسنھم خلقا وخلقا کانوا معصومیں قبل النبوة وبعدھا ولم یقع ذلك منھم اصلاً۔(۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف ان ہستیوں کو رسول بنایا جو اپنے وقت کے تمام لوگوں سے زیادہ عقل مند اور فطرت پر قائم، خلقت اور اخلاق میں احسن اور وہ قبل از نبوت اور بعد از نبوت معصوم ہیں ان سے گناہ ہر گز صادر نہیں ہو سکتا۔

آیات عصمت انبیاء:

سواد اعظم اہلِ سنّت کا عقیدہ عصمت انبیاء کی بنیاد یہ آیات مبارکہ ہیں:

(۱)۔ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔(۸)

اے میری قوم مجھ میں بالکل گمراہی نہیں لیکن میں رب العالمین کا رسول ہوں۔

(۲)۔ لَایَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔(۹)

ہمارا عہد نبوت ظالمین یعنی فاسقین کو نہ ملے گا۔

(۳)۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ۔(۱۰)

اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیری دسترس نہیں۔

(۴)۔ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْهُ۔(۱۱)

میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کروں خود کرنے لگوں۔

(۵)۔وَاِنَّھُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَارِ۔(۱۲)

اور بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

(۶)۔اِنَّھُمۡ کَانُوۡا یُسٰرِعُوۡنَ فِی الۡخَیۡرٰتِ۔(۱۳)

بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

(۷)۔لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمۡ وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ۔(۱۴)

جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

ان آیات مبارکہ سے انبیاء کی عصمت ثابت ہوئی:

(۱)۔ان میں گمراہی نہیں۔

(۲)۔اللہ تعالیٰ منصب نبوت کسی ظالم وفاسق کو نہیں دیتا۔

(۳)۔انبیاء پر شیطان کی دسترس نہیں۔

(۴)۔انبیاء ارادہ ممنوعات نہیں کرتے۔

(۵)۔انبیاء اللہ کے پسندیدہ اور منتخب کئے ہوتے ہیں۔

(۶)۔انبیاء نیک ہی کام کرتے ہیں۔

(۷)۔انبیاء اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ٹالتے۔

(۸)۔وہ وہی فریضہ سرانجام دیتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہو۔

(۹)۔اللہ نے انسانوں کو ان کا مطیع بنایا ہے۔

(۱۰)۔اور یہ رسول خواہش نفس سے نہیں بولتے۔

قرآن واحادیث مبارکہ میں بعض انبیاء سے متعلق ایسے الفاظ منسوب ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض انبیاء معصوم نہیں بلکہ ان سے بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں جیسے:

(۱)۔حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فرمایا گیا" وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ"۔

(۲)۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود بتوں کو توڑا پوچھنے پر فرمایا "بَلۡ فَعَلَہٗ کَبِیۡرُھُمۡ ھٰذَا" کہ اس بڑے بت نے یہ کام کیا ہے۔

(۳)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا"اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ"میں بیمار ہوں حالانکہ وہ بیمار نہیں تھے۔

(۴)۔حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے قبطی کو جان سے مار دیا اور فرمایا" ھٰذَا مِنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ" کہ یہ کام شیطان کی طرف سے سوا۔

(۵)۔حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اے نوح وہ تمہارا اہل نہیں بے شک اس کے برے کام ہیں۔

(۶)۔وَّ اسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِکَ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ۔(۱۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنی خطاؤں کی بخشش کی طلب کرنے کا حکم دے رہا ہے۔

(۷)۔وَ وَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی۔اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضال کہا گیا جس کے معنی گمراہ کے ہیں۔

اس طرح کے دیگر واقعات ہیں جس سے انبیاء کی عدم عصمت ثابت ہوتی ہے اس تناظر میں سواد اعظم اہلِ سنّت کا مؤقف یہ ہے کہ۔

"عصمت انبیاء قطعی اور اجماعی مسئلہ ہے لہٰذا اس کے مخالف اگر کوئی خبرِ واحد وغیرہ سے ثابت ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اگر قرآن کی آیات یا خبر متواتر سے کوئی بات ثابت ہو تو اس کے ظاہری معنی نہیں لیے جائیں گے بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی۔ شیخ عبدالحق محدث دھلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آیات تشابہات کے مثل ہیں جن میں خاموشی لازم ہے جیسے یہ بات قطعی اور اجماعی ہے کہ اللہ جسم سے پاک ہے۔جب کہ قرآن میں آتا ہے "یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ" "ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ" لہٰذا جس طرح ان آیات میں کوئی تاویل کی جائے گی اس طرح ان آیات میں بھی تاویل کی جائے گی جو عصمت انبیاء کے خلاف ہیں۔

عصمت انبیاء سے متعلق حقائق کا ادراک ہونے کے بعد ایک مترجم قرآن کے لیے ضروری ہے کہ اسے تمام مکاتب فکر کے عصمت انبیاء سے متعلق نظریات کا بھرپور علم ہونے کے ساتھ ساتھ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے عقیدہ عصمت انبیاء کا بھی مکمل ادراک

ہو۔ اگر ایسا نہیں تو وہ لغت کے زور پر ایسا ترجمہ کر گزرے گا جو عصمت انبیاء کے خلاف ہوگا اور اگروہ عقیدہ اہلِ سنّت پر کاربند ہے تو وہ ان آیات کی تاویل ضرور کرے گا جس سے بہ ظاہر یہ محسوس ہوتا ہو کہ وہ آیات عصمت انبیاء کے خلاف ہیں اس تناظر میں کنزالایمان کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۱)۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔(۱۶)

- اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا۔
- اور آدم نے نافرمانی کی اپنے رب کی پس گمراہ ہوئے۔
- حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ راست سے بہکا۔
- آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔
- آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گیا۔
- آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو وہ غلطی میں پڑ گئے۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم عن الخطاء ہیں اس عقیدے کو مدِ نظر رکھ کر مترجمین نے جو الفاظ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے استعمال کیے ہیں انہیں پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مقام حیرت ہے انہوں نے کس قدر جسارت اور بے باقی سے یہ الفاظ استعمال کیے کہ آدم علیہ السلام نے حکم ٹالا، آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی۔ آدم علیہ السلام قصور وار ہوا، آدم علیہ السلام نے غلطی کی، آدم علیہ السلام گمراہ ہوئے، آدم علیہ السلام راہ سے بہکا، آدم راہِ راست سے بھٹک گیا۔ یہ الفاظ ایک عام آدمی کے لیے استعمال کرنا بے ادبی ہے چہ جائے کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب کئے جائیں جو ان کے عصمت و عظمت، شان و شوکت، اور معصومیت کے خلاف ہے۔ جب کہ انبیاء سرچشمۂ ہدایت اور منارۂ نور ہیں۔ کیا ان تراجم کے مطالعہ کے بعد عصمت آدم علیہ السلام و عظمت آدم علیہ السلام اور معصومیت آدم علیہ السلام کا عقیدہ قائم و دائم رہ سکتا ہے۔ ان تراجم کی موجودگی میں ایک ایسے ترجمے کی ضرورت ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی معصومیت، عظمت اور عصمت کی جلوہ گری ہو اور عصمت آدم کا محافظ پاسبان ہو۔ مولانا احمد رضا خاں اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"آدم سے اپنے رب کے حکم سے لغزش ہوئی جو مطلب چاہا تھا اس کی رہ نہ پائی"

حکم ٹالنا، نافرمانی کرنا، غلطی کرنا، قصور کرنا، بھٹک جانا، گمراہ ہونا یہ تمام اعمال شعوری و ارادی اور قابلِ مواخذہ ہیں۔ جب کہ لغزش کا تعلق بھول چوک سے ہے جو گناہ اور قابل مواخذہ نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دعا عطا کی:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَاۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔(۱۷)

اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا۔

پس معلوم ہوا کہ دیگر تراجم کے برعکس کنزالایمان میں حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت، عظمت اور عقیدہ معصومیت کا بھرپور تحفظ کیا گیا ہے۔

(۲)۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ۔(۱۸)

- بیشک ہمارے باپ تو بالکل بہک گئے ہیں۔
- کچھ شک نہیں کہ ابا صریح غلطی پر ہیں۔
- تحقیق باپ ہمارا البتہ بیچ غلطی ظاہر کے ہے۔
- البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے۔
- واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں۔
- سچی بات یہ ہے کہ ہمارے ابا جان بالکل ہی بہک گئے ہیں۔

ان تراجم کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ

السلام سے متعلق کہا کہ ہمارے باپ بہک گئے، خطا پر ہیں صریح غلطی پر ہیں۔ یہ الفاظ حضرت یعقوب علیہ السلام کی عصمت وعظمت کے خلاف ہی نہیں بلکہ عصر حاضر میں کوئی بیٹا بھی اپنے والد سے متعلق ان الفاظ کے استعمال کی جسارت نہیں کر سکتا۔

تفسیر کبیر میں ہے:

السؤال الثالث انهم نسوا ابا هم الى الضلال المبين وذلك مبالغه فى الذم ولطعن و من بالغ فى الطعن فى الرسول كفر زاسيا اذا كان الطاعن ولدا فان حق الابوة يوجب مزيد التعظيم ۔ الجواب المراد منه الضلال عن رعاية المصالح فى الدنيا لاالبعدعن طريق الرشيد والصوات۔

"سوال یہ ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں نے اپنے باپ کو ضلال کی طرف منسوب کیا، یہ تو مذمت اور طعنہ میں مبالغہ ہے اور جو شخص اللہ کے رسول کے طعنہ میں مبالغہ کرے وہ کافر ہے (حالاں کہ وہ مومن تھے) پھر باپ ہونے کا حق زیادہ تعظیم کا سبب ہوتا ہے اور اولاد کس طرح طعنہ زن ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ راہ راست اور حق سے دوری کو ضلال سے تعبیر نہیں کیا گیا"۔(۱۹)

امام فخر الدین رازی ضلال کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

الضلال بمعنى المحبة كمافى قوله انك لفى ضلالك القديم اى محبتك

ضلال بمعنی محبت ہے جس طرح انك فى ضلالك القديم میں ضلال کا معنی محبت ہے۔(۲۰)

مولانا احمد رضا خاں عقیدہ امت پر کاربند رہتے ہوئے کہ تمام انبیاء معصوم عن الخطا ہیں اور ان کی عصمت، عزت اور توقیر جان ایمان ہے اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔"

مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمے سے حضرت یعقوب علیہ السلام عصمت وعظمت اور عقیدہ معصومیت کا بھرپور تحفظ کیا گیا۔

(۳)۔ حضرت یونس علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔(۲۱)

- کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی (سب نقائص سے) پاک ہے، بیشک میں ہی قصوروار ہوں۔
- کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں قصوروار ہوں۔
- نہیں ہے کوئی خدا مگر تو پاک ہے، بیشک میں نے قصور کیا۔
- کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گنہ گاروں سے۔

تمام مترجمین نے "انی کنت من الظالمین" کا ترجمہ یہ کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام اقرار کر رہے ہیں کہ میں تھا گنہگاروں سے۔ میں نے قصور کیا، میں قصوروار ہوں۔ جبکہ یہ ایک مسلّمہ عقیدہ ہے کہ انبیاء گناہ، خطا اور قصور سے پاک یعنی معصوم ہیں تفسیر کبیر میں ہے کہ:

"انى كنت من الظالمين فهو واجب التاويل لا نالواجرينا هاعلى ظاهرها لوجب القول بكون النبى مستحقاً للطعن وهذا لايقوله مسلم و اذا وجب التاويل فنقول لا شك انه كان تاركا الا فضل مع القدرة على تحصيل الا فضل فكان ذلك ظلما"(۲۲)

"اس آیت "انی کنت من الظالمین" میں تاویل ضروری ہے کیوں کہ اگر ظاہر پر رکھا جائے البتہ نبی کا مستحق لعنت ہونا (العیاذ باللہ) لازم آئے گا کیوں کہ حضرت یونس علیہ السلام کا اگر قول یہ ہو کہ میں ظالم (گنہ گار) تھا تو ظالم لعنت کا مستحق ہے۔ اس لیے کہ قرآن پاک میں ہے (فلعنة الله على الظالمين) "ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، حالاں کہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کا نبی ظالم (گنہ گار، قصوروار) لعنت کا مستحق ہے اس لیے تاویل ضروری۔ لہٰذا ہم بلاشک یہ کہتے ہیں کہ آپ نے افضل کو چھوڑا یعنی وہاں رہنے کے باوجود اس کے کہ آپ افضل حاصل

کرنے کی قدرت رکھتے یعنی آپ وہاں سے چلے گئے، یہ جانا ترک افضل تھا اس کو ظلم سے تعبیر کیا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے آیت کا بہ ظاہر ترجمہ نہیں کیا بلکہ اس کی تاویل کرتے ہوئے تعبیر کبیر کی روشنی میں یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ:

''کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا''

یعنی میں نے افضل کو چھوڑ کر مجھ سے بے جا ہوا۔ مراد نہیں کہ مجھ سے گناہ ہوا، ظلم ہوا، قصور ہوا کیوں کہ یہ تمام الفاظ عصمت حضرت یونس علیہ السلام کے خلاف ہی نہیں بلکہ عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف بھی ہے جبکہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت یونس علیہ السلام کی عصمت کا بھرپور تحفظ کیا اور عقیدہ عصمت انبیاء کی بھی پاسداری کی۔

(۴)۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔(۲۳)

- اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل۔
- ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرادیا۔

عرف عام میں پچھاڑنے اور گرانے سے یہ تاثر ملتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کا حکم سنایا تو انہوں نے العیاذ باللہ اللہ کا حکم ماننے سے انکار کردیا جس سے وہ گناہ اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تکمیل کے لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زبردستی پچھاڑ کر ماتھے کے بل گرادیا مذکورہ ترجمہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عصمت و عظمت کے خلاف ہے کیوں حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں اور معصوم عن الخطا ہیں اس لیے ان سے نافرمانی، انکار اور گنہ کا اظہار محال ہے۔ دوسرے یہ کہ خود قرآن میں ہے کہ ''کلما اسلما'' کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کردیا۔ اس لیے حضرت ابراہیم کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پچھاڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پچھاڑنا اور گرانا وہاں لازم آتا ہے جہاں نافرمانی اور قصور ہو۔ تو اپنے الفاظ کا استعمال حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظمت و عصمت اور شان کے خلاف ہیں۔

اس ترجمے کا پسِ منظر یوں ہے:

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا وقت آیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے بابا سے کہا: اے میرے ابا جان! ذبح سے پہلے مجھے باندھ دینا تاکہ میں تڑپوں نہیں، اپنے کپڑوں کو مجھ سے بچا کر رکھنا تاکہ آپ کے کپڑے میرے خون سے آلودہ نہ ہوجائیں اور میری والدہ انہیں دیکھ کر پریشان نہ ہوں، میرے حلق پر چھری جلدی جلدی چلانا تاکہ مجھ پر موت آسانی سے واقع ہوجائے، میری والدہ کے پاس جانا تو میرا سلام کہنا، ان باتوں کے بعد باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا باپ نے بیٹے کی بوسہ لیا محبت کے آنسو چھلک پڑے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم بجا آوری میں کوئی کوتاہی نہیں۔ ماتھے کے بل لٹانے میں بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مشورہ ہی تھا کہ کہیں آپ محبت پدری کی وجہ سے چھری چلانے میں تساہلی نہ کریں۔(۲۴)

مذکورہ آیت کے تناظر میں دیگر تراجم ملاحظہ کرنے کے بعد اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ مطالعہ کیجئے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔(۲۵)

''تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا''

یہ ترجمہ ایک طرف تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان کے لائق ہے تو دوسری طرف یہ آپ کی عصمت و عظمت کی پاسداری کرتا دکھائی دے رہا ہے۔

(۵)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ۔(۲۶)

- موسیٰ نے جواب دیا کہ اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔
- (موسیٰ نے) کہا کہ ہاں وہ حرکت مجھ سے ناگہانی سرزد ہوئی تھی اور میں خطاواروں میں تھا۔
- کہا ہاں اس وقت میں نے وہ کام کیا تھا اور میں غلطی کرنے والا تھا۔
- (موسیٰ نے) کہا: میں اس وقت وہ کیا تھا اور میں گمراہیوں میں سے تھا۔

مذکورہ تراجم کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، خطاکار، گمراہ اور غلطی کرنے والے تھے (نعوذ باللہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم عن الخطاہیں اس قسم کے الفاظ ان سے منسوب کرنا ان کی شان کے لائق نہیں اور یہ عصمت حضرت موسیٰ کے بھی خلاف ہیں۔ مولانا اسی آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''موسیٰ نے فرمایا! میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی''

(۶)۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔(۲۷)

- اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا۔ اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھتے قدرت رب اپنے کی۔
- اور اس عورت نے ان کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا اگر وہ اپنے پروردگار کی نشانی نہ دیکھتے۔
- اور تحقیق قصد کیا اس عورت نے ساتھ یوسف کے اور قصد کیا یوسف نے ساتھ اس کے اگر نہ دیکھ لیتا دلیل اپنے رب کی۔
- اور البتہ عورت نے فکر کی اس کی اور اس نے فکر کی عورت کی اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھی قدرت اپنے رب کی۔
- اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا۔
- اور اس (عورت) کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور انہیں بھی اس (عورت) کا خیال ہو چلا تھا اور اگر اپنے پروردگار کی دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا۔

مولانا احمد رضا خاں اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

- بیشک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔

اس مقام پر حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے جبکہ ان کو عزیز مصر کی عورت نے کمرے میں بند کر کے دروازے بند کر دیئے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا ارادہ کیا لیکن یوسف علیہ السلام نے معاذ اللہ کہہ کر اس سے برأت کا اظہار کیا اور دل میں کسی قسم کی بری خواہش کا ارادہ نہ کیا۔ یہی مقصد اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے واضح ہے کہ آپ اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو اس عورت کا ارادہ کرتے لیکن آپ نے اپنے رب کی دلیل دیکھ لی لہٰذا کوئی ارادہ نہ کیا لیکن برخلاف اس کے باقی تراجم میں یہ بات موجود نہیں جو اللہ کے نبی کی شان پر دال ہو بلکہ ان تراجم سے یہ سمجھ آتا ہے کہ جس طرح عورت کی فکر تھی اسی طرح آپ نے بھی فکر کی۔ عورت کی فکر تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی خواہشات نفسانیہ کو ناجائز طریقہ سے پورا کرنا چاہتی تھی۔ اگر معاذ اللہ آپ نے بھی اس عورت کی فکر کی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ نے بھی ناجائز طور پر خواہشات کو پورا کرنے کی فکر کی۔ یہ شان نبی کے لائق نہیں۔ اسی طرح یہ بھی نبی کی شان سے دور ہے کہ نبی نے کچھ کچھ برائی کا خیال کیا ہو یا ارادہ کیا ہو جبکہ عورت نے مکمل طور پر اپنا خیال جمائے رکھا ہو۔ کچھ کچھ برائی کا خیال بھی عصمتِ انبیائے کرام کے منافی ہے۔(۲۸)

تفسیر کبیر میں یہ بھی آتا ہے:

"ومثل هذه المعصية لو نسبت الى افسق خلق الله تعالیٰ وابعدهم عن کل خیر لا ستنکف منه فکیف یجوز اسنادها الی الرسول علیه الصلوٰة والسلام المويد بالمعجزات القاهرة الباهرة"۔(۲۹)

"ایسی معصیت کو (یعنی زنا کا ارادہ کرنا) اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی بہت بڑے فاسق کی طرف منسوب کیا جائے اور اسی طرح ایسے شخص کی طرف اس قسم کی برائی کو منسوب کیا جائے تو وہ بھی شرم محسوس کرے تو ایک جلیل القدر رسول جن کو عظیم الشان معجزات عطا کیے گئے ہوں، ان کی طرف اس قسم کے گناہ کو کیسے منسوب کیا جاسکتا ہے"۔

"اما بیان ان یوسف علیه السلام ادعی البرأة عن الذنب فهو قوله علیه السلام هی راودتنی عن نفسی وقوله علیه السلام رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه"(۳۰)

"حضرت یوسف علیہ السلام نے خود اپنے کو گناہوں سے بری ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ (اس عورت) نے خواہش کی کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں۔ اسی طرح آپ نے فرمایا کہ اے میرے پروردگار مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے (برائی سے) جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہے"۔

"وعند هذا نقول هؤلاء الجهال الذین نسبوا الی یوسف علیه السلام هذه الفضیحة ان کانوا من اتباع دین الله تعالیٰ فلیقبلوا شهادة الله تعالیٰ علی طهارته وان کانوا من اتباع ابلیس وجنده فلیقبلوا شهادة ابلیس علی طهارته"۔(۳۱)

"جو جہلاء یوسف علیہ السلام کی برائی (بارادہ برائی) کی طرف نسبت کرتے ہیں اگر وہ اللہ کے دین کے متبع ہیں وہ اللہ کی شہادت کو قبول کرلیں جو اللہ نے آپ کی پاکدامنی پر دی ہے اور اگر وہ شیطان اور اس کے لشکر کے تابع ہیں تو وہ شیطان نے آپ کی پاکدامنی پر جو شہادت دی ہے اسے قبول کرلیں"۔

(۷)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ:

فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔(۳۲)

(۱)۔ تو کہا میں نے مال کی محبت کو یادِ الٰہی سے عزیز سمجھا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔

(۲)۔ تو کہنے لگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے (غافل ہوکر) مال کی محبت اختیار کیا۔

(۳)۔ تو انہوں نے (انابۃً) کہا: میں مال (یعنی گھوڑوں) کی محبت کو اپنے رب کے ذکر سے بھی (زیادہ) سید کر بیٹھا ہوں۔

(۴)۔ تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی۔

ان تراجم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یادِ الٰہی سے زیادہ مال کی محبت عزیز تھی۔

اللہ کی یاد سے غافل ہوکر مال کی محبت اختیار کی۔

مال کی محبت کو ذکر الٰہی سے زیادہ پسند کر بیٹھے۔

رب کی یاد پر گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے (معاذ اللہ) حضرت سلیمان علیہ السلام پر یادِ الٰہی کے مقابلے پر دنیا کی محبت غالب آگئی تھی۔ حالاں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "حُبُّ الدنیا رأس کل خطیئة" دنیا کی محبت ہر قسم کے گناہوں کی اصل ہے۔

اس کا رد کرتے ہوئے امام رازی لکھتے ہیں:

"اقول انا شدید التعجب من الناس کیف قبلوا هٰذا الوجوه السخیفة مع ان العقل والنقل یردها"(۳۳)

میں لوگوں پر بہت بڑا تعجب کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کمزور وجوہ کیسے تسلیم کرلی ہیں؟ جن کو عقل بھی نہیں

مانتی اور شریعت کے بھی خلاف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصمت کا تحفظ کرتے ہوئے یوں ترجمہ کرتے ہیں:

تو سلیمان علیہ السلام نے کہا: مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے، اپنے رب کی یاد کے لیے۔

اس ترجمہ میں آپ نے گھوڑوں سے محبت کی علت وسبب ذکر الٰہی قرار دیا۔ آپ نے "عن" کو بہ طور تعلیل لیا اس لیے ذکرِ الٰہی علت وسبب ہے۔

آپ کے ترجمہ کی تائید تفسیر کبیر سے بھی ہوتی:

"بمعنی ان هذا المحبة الشديدة انها حصلت عن ذكر الله وامره (لاعن الشهوة والهوى)"(۳۴)

یعنی مجھے ان گھوڑوں سے اتنی شدید محبت دنیاوی خواہشات ولذات کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی یاد کے سبب سے ہے۔

جس طرح قرآن پاک میں گھوڑوں کو جہاد کے لیے پالنے کا حکم ہے اور تعریف کا ذکر ہے اسی طرح توراۃ میں بھی اس کا ذکر کیا گیا تھا آپ علیہ السلام گھوڑوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے دیکھ رہے کہ اس سے رب اور اس کے حکم کی یاد حاصل ہو رہی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مذکورہ تراجم سے جو اعتراض وارد ہو رہا تھا کنزالایمان نے اسے رفع کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصمت کا بھرپور تحفظ کیا۔

نبی کریم ﷺ کی عصمت کا تحفظ:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔(۳۵)

- پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی
- پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی
- اور اللہ نے آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتلایا
- تمہیں ناواقف راہ پایا پھر ہدایت بخشی
- اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا
- آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتادیا
- پس پایا تجھ کو راہ بھولا پس راہ دکھائی

ان تراجم میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بھٹکا ہوا، بے خبر، ناواقف، بھولا دکھایا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے قبل گمراہ تھے حالاں کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں جہاں تک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات ہے تو آپ ابتداء سے دین حنیف پر قائم تھے اور غارِ حرا میں عبادت کیا کرتے تھے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔۔۔۔(۳۶)

"تو اپنا منھ سیدھا کر واللہ کی اطاعت کے لئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا"

پس معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابتدا سے صحیح دین حنیف پر قائم تھے جس میں گمراہ ناواقف، بے خبر اور بھٹکا ہونے کا قطعاً امکان نہیں۔ آپ اعلان نبوت سے قبل اور اعلانِ نبوت کے بعد معصوم ہیں۔

مذکورہ آیت میں "ضالاً" ایک موول لفظ ہے جس کی مفسرین مختلف تاویلات کی ہیں۔

امام ماوردی کے مطابق ضالاً کی نو تاویلات ہیں:

احدها: ووجدك لاتعرف الحق فهداك اليه، قال ابن عيسى۔

ابن عیسی کے قول کے مطابق آپ کو حق کی معرفت کا حامل نہ پایا تو اس طرف راہ دی۔

الثانی: ووجدك ضالاً عن النبوة فهداك الیها، قاله الطبری

طبری کے قول کے مطابق آپ کو نبوت سے غافل پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنادیا۔

الثالث: ووجدك قومك فی ضلال فهداك الی ارشادهم، وهذا مفی قول السدی السدی کے قول کے مطابق: آپ کو بے راہ قوم میں پایا تو آپ کے ذریعے انہیں رشد وہدایت عطا کی۔

رابع: ووجدك ضالاً عن الهجرة فهداك ایها۔

آپ کو ہجرت سے بے خبر پایا، پھر اس کی طرف آپ کی راہ نمائی کی۔

الخامس: ووجدك ناسیاً فاذ کرك۔

السادس: ووجدك طالباً القبله فهداك ایها۔

آپ کو قبلہ کا طلب پایا تو اس کی طرف آپ کی رہنمائی کی۔

السابع: ووجدك متحیراً فی بیان نزل علیك فهداك الیه۔

آپ کی طرف جو نازل ہوا اس کے بارے میں آپ حیران تھے پس اللہ تعالیٰ نے وہ حیرانی راہ غائی کر کے ختم کر دی۔

الثامن: ووجدك ضائعاً فی قومك فهداك الیه۔

آپ کو ضائع ہونے والی قوم میں پایا تو پس آپ کے ذریعے اسے رہنمائی دی۔

التاسع: ووجدك محباً للهداهة فهداك ایها، قوله تعالیٰ قالو تاالله انك ضلالك القدیم ابری فی محبتك۔

آپ کو ہدایت کا چاہنے والا پایا، پس وہ ہدایت آپ کو عطا کر دی، ''ضلال'' محبت کے معنی میں آیا جیسا کہ قرآن میں ہے۔

قالو اتا الله انك لفی ضلك القدیم

وہ کہنے لگے: بخدا آپ پرانی محبت میں مبتلا ہیں، یعنی اپنی محبت میں۔(۳۷)

علامہ رازی لکھتے ہیں:

''انه قد یخاطب السید ویکون المراد قومه وقوله ووجدك ضالاً ای وجدك قومك ضالاً فهداهم بك وبشرعك''(۳۸)

یہاں خطاب آقا ﷺ کو ہے اور مراد امت ہے کہ آپ کو قوم کو بھٹکا ہوا پایا تو ان کو راہ دی۔

قمی لکھتے ہیں:

وقیل: الضلال المحبة لفی ضلالك القدیم فهداك الی وجه الوصول الی محبوب والمراد بالسلوك۔(۳۹)

ابن عطا فرماتے ہیں:

(ووجدك ضالاً) ای: محباً لمصفرفتی۔(۴۰)

ابن جزی رقم طراز ہیں:

انه بمعنی الضلال من المحبة الی وجدك محباً لِلّٰه فهداك الیه۔(۴۱)

القشیری لکھتے ہیں:

وقیل: ''ضالاً'' فی مجتنا، فهدایناك نبور القربة الینا۔ وقیل: ''ضالا'' عن محبتی لك فصرفنك انی أحبك۔(۴۲)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''آنکہ مراد بضال محبت است یعنی یافت ترامحبّ وطالب معرفت من وتسمیہ محبّ بضال بسیار آمدہ است کہ گم می گردد از اختیار وقرار خود بر نہج معقول نمی تواند رفت چنانکہ انالنراک فی ضلال مبین وانک لفی ضلالک القدیم''۔(۴۳)

''ضال کا معنی محبت ہے مطلب یہ ہوا کہ میں نے آپ کو اپنی محبت میں ورفتہ (گم) پایا پھر اپنی طرف راہ دی ضال محبّ کے معنی میں بہت آتا رہتا ہے کیوں محبت میں اختیار باقی نہیں رہتا جیسے انا لنرك فی ضلال مبین اور انك لفی ضلالك القدیم میں بمعنی محب کا محبت میں گم ہونا ہے''

بس مولانا احمد رضا خاں نے مذکورہ آیت کے ترجمہ میں عقیدہ عصمت انبیاء سے متعلق سوادِاعظم اہلِ سنّت کے اس مؤقف کی بھرپور تائید کی کہ عصمت انبیاء ایک قطعی اور اجماعی مسئلہ ہے لہٰذا اس کے مخالف اگر کوئی بات خبر واحد سے ثابت ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر قرآنی آیات یا خبر متواتر سے کوئی بات ثابت ہو تو اس کے ظاہری معنی نہیں لئے جائیں گے بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی۔ آپ نے اس آیت کی کتنی خوبصورت اور دل کو چھونے والی تاویل کی ہے وہ ایک بار پھر ملاحظہ ہو "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی"، جب کہ دیگر مترجمین عقیدہ عصمت انبیاء کے اصول سے انحراف کرتے ہوئے اس آیت کا تاویل کی بجائے صریح ترجمہ کر بیٹھے جس کے نتیجے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھٹکا، بے خبر، ناواقف، بھولا الفاظ منسوب کر دیئے جو عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف ہیں۔

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ۔(۴۴)

- تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔
- تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔
- تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔
- تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔
- تاکہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے در گزر فرمائے۔
- تاکہ اللہ آپ کی (سب) اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے

ان تراجم میں گناہ اور خطا کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی گئی ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ بعض مفسرین نے بھی ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کی ہے کسی نے اسے قبل از نبوت پر محمول کیا اور کسی نے خلاف اولیٰ پر۔ ان تراجم کا اگر سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے عقیدہ عصمتِ انبیاء کے تناظر میں مطالعہ کیا جائے تو یہ نتائج برآمد ہوں گے۔

- یہ تراجم آیاتِ محکمات کے خلاف ہیں جس پر عقیدہ عصمت انبیاء دلالت کرتا ہے۔
- یہ تراجم عقیدہ اہلِ سنّت کے خلاف ہیں جس کے مطابق انبیاء قبل از نبوت اور بعد از نبوت گناہ صغیرہ وکبیرہ سے پاک ہیں۔
- اہلِ سنت کے اصولی مؤقف کے مطابق اگر کسی آیت یا حدیث متواترہ کے الفاظ مثلاً ذنب، عسی، ظلم، ضل، خطا اور نسیان وغیرھا انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہوں تو ان کا صریح ترجمہ کرنے کی بجائے تاویل کی جائے۔ اگر ان کا صریح ترجمہ کر دیا اور تاویل سے کام نہیں لیا گیا تو ایک ایسا ترجمہ معرض وجود میں آئے گا جو یقیناً نہ صرف آیات محکمات کے خلاف ہوگا بلکہ اہلِ سنّت کے عقیدہ عصمت انبیاء سے بھی متعارض ہوگا۔ جب کہ مذکورہ آیت میں "ذنبک" کا خود ایک مؤول لفظ ہے جس کی مفسرین نے کئی تاویلات کی ہیں اس کے باوجود اس کا صریح ترجمہ گناہ وخطا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا جو عصمت رسول ﷺ سے متصادم ہے۔ رہ گئیں اخبار احاد اگر ان میں بھی ایسے الفاظ انبیاء علیہم السلام سے منسوب ہوں تو انہیں عصمت انبیاء پر نچھاور کر دیا جائے احادیث متواترہ کی طرح ان کی تاویل نہیں کی جائے گی دوسرے الفاظ میں اخبار احاد کو عصمت انبیاء علیہم اسلام کے بطور دلیل پیش نہیں کیا جائے گا کیوں کہ:

"حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کذب یا معصیت کے الفاظ ایسی تمام روایات" اخبار احاد مردود "مردود ہیں"(۴۵)

عصمت انبیاء قطعی ہے، یہ احاد اخبار ظنی ہیں۔ اسی لیے امام رازی، امام غزالی، امام الحرمین، ابنِ فورک اور قاضی ابو بکر نے ایسی روایات کو خواہ صحاح میں ہو رَد کر دیا۔(۴۶)

جب اخبار احاد عصمت پر قربان ہیں تو آثار وفقہائے اسلام کی وہ تصریحات جو عصمت انبیاء کے خلاف ہیں عصمت انبیاء کے

مقابلے میں ان سے چمٹ کر رہ جانا کوئی دانش مندی نہیں پس معلوم ہوا کہ مذکورہ تراجم میں گناہ اور خطا کی نسبت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ وہ عقیدہ اہلِ سنّت، عصمت انبیاء سے مطابقت نہیں رکھتی۔

اس مرحلے پر یہ ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے عقیدہ عصمت کے تناظر میں مولانا احمد رضا خاں نے مذکورہ آیت مبارکہ کا کیا ترجمہ کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے آپ نے کنزالایمان میں مختلف آیات کے ذیل میں ذنب کے تین معنی رقم کئے ہیں: خطا، الزام اور گناہ:

(۱)۔بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ۔(۴۷)

کس خطا پر ماری گئی۔

(۲)۔وَلَهُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ۔(۴۸)

ان کا مجھ پر ایک الزام ہے۔

امام راغب اصفہانی ''ذنب'' کا معنی ''پیچھے لگنا'' بیان فرماتے ہیں چوں کہ دم پیچھے لگی ہوتی ہے اس لیے اس کو بھی ذنب کہتے اس اعتبار سے ذنوب کو ایسے اتہامات (الزامات) کو بھی کہا جاسکتا ہے جو بلا جواز یونہی کسی کے پیچھے چپکا دیئے جاتے ہیں جس طرح القفوۃ دم کو بھی کہتے ہیں لیکن اس کے معنی تہمت (الزام) کے بھی ہیں چنانچہ لِّیَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ کا معنی یہ ہوگا کہ:

اے محبوب یہ ''فتح عظیم اس لیے دی جارہی ہے کہ ان تمام اتہامات (الزامات) سے آپ کی حفاظت ہوجائے جو مخالفین آپ پر لگاتے رہے ہیں یا آئندہ لگانا چاہیں گے''

ذنب کے اس مفہوم کا ایک ترجمہ یہ بھی ہے کہ ''دور فرمادے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے تھے اور (ہجرت کے) بعد لگائے گئے''۔(۴۹)

(۳)۔غَافِرِ الذَّنۡۢبِ۔(۵۰)

گناہ بخشنے والا

''لفظ ذنب مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن عام طور پر اس کا معنی ''گناہ'' کا لیا جاتا ہے لفظ ذنب کا اطلاق رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کرنا عظمت و عصمتِ رسالت کے منافی ہوگا اس لیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں لہٰذا جن آئمہ تفسیر نے ذنب کے معنی گناہ کے لیے ہیں انہوں نے واضح طور پر اس امر کی صراحت کردی ہے کہ قرآنِ کریم میں جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا وہاں اس سے مراد امت کے گناہ یعنی ذنوب امت مراد لیے گئے ہیں''

(۴)۔ذنب کا ایک معنی ''تابع ہونا'' بھی ہے اس کی توثیق کے لیے چند آئمہ لغت کی تصریحات درج ذیل ہیں:

ا۔صاحب منجد لکھتے ہیں: ذَنَبَ، یذُنب ذنبا، ای تبعه فلم یفارق اثرہ۔

اس کے پیچھے ہولیا پھر اس کا نشانِ قدم نہ چھوڑا۔

۲۔صاحب ''معجم الوسیط'' نے بھی اس کے یہی معنی مراد لیے ہیں۔

۳۔ صاحب ''محیط المحیط'' فرماتے ہیں: ''الذانب والذنابه التابع واذناب الناس اتباعھم''

ذانب اور ذنابت، پیروکار، لوگوں کے اذناب کا مطلب ہے ان کے پیروکار۔

۴۔لغتِ عرب کی مستند کتاب ''لسان العرب'' میں علامہ ابنِ منظور نے ذانب کا ایک معنی تابع ہونا نقل کئے۔

مذکورہ بالا معنی کی روشنی میں آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اے محبوب! تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری خاطر بخش دے ان کو جو آپ کے تابع ہوگئے خواہ وہ آپ ﷺ سے پہلے گذر گئے یا آپ ﷺ کے بعد کے زمانوں میں آئیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں مذکورہ مودل آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کرتے دکھائی دیتے ہیں:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ۔
تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

جلالین میں ہے:

"وهومووّل لعصمة الانبياء عليهم السلام"

کہ یہ آیت کریمہ اپنے ظاہر پر نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے بلکہ اس آیتِ کریمہ کی ضروری تاویل کی جائے گی اس لیے کہ انبیاء کرام معصوم ہیں ان سے گناہ نہیں ہوتے جب وہ گناہ نہیں کرتے تو اگلے پچھلے گناہوں کے معاف کرنے کا کوئی مقصد نہیں۔ جبکہ جلالین کے مطابق اس آیت کریمہ کی تاویل ضروری ہے تو وہ تاویل کیا ہو گی:

"وهومؤول اى اسناد الذنب له صلى الله عليه وسلم مووّل مابان المراد ذنوب امتك" (صاوی)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت مووّل ہے اس کی تاویل ضروری ہے وہ تاویلیں کی ہیں لیکن ان میں سے ایک یہ ہے کہ ذنب سے مراد نبی کریم کے معاذ اللہ ذنوب نہیں بلکہ امت کے ذنوب ہیں۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

لم يكن للنبى ذنب مماذا الغيفرله قلنا الجواب من وجوه احدها المراد ذنب المومنين۔

یعنی نبی کریم کے گناہ جب نہیں ہیں تو گناہوں کے معاف کرنے کا کیا مطلب اور یہ کہنا کیوں کر صحیح ہو سکے گا اس کا جواب کئی وجہ سے دیا گیا ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ گناہوں سے مراد مومنوں کے گناہ ہیں جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادے۔(۵۱)

ابن حیان لکھتے ہیں:

قيل لذنبك، لذنب أمتك فى حقك۔(۵۲)

لذنبك یعنی آپ اپنے حق میں امت سے سرزد ہونے والی خطاؤں کی بخشش طلب کیجئے۔

امام نسفی لکھتے ہیں:

اى لذنب امتك۔(۵۳)

اپنی امت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

المراد ذنب أمتك فهوعلى حذف المضاف(۵۴)

ابن عادل فرماتے ہیں:

لم يكن للنبى صلى الله عليه وسلم ذنب فما ذاليغفرله؟ فقبل المراد ذنب المومنين۔(۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ جب نہیں تو گناہوں کے معاف کرنے کا کیا مطلب؟ پس اس کا جواب دیا گیا کہ گناہوں سے مراد مومنوں کے گناہ ہیں۔

امام جلال الدین محلی لکھتے ہیں:

هومول لعصمة الانبياء عليهم السلام بالدليل العقل القاطع من ذنوب۔(۵۶)

یعنی اس آیت کریمہ میں ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مووّل لیے اس لیے کہ حضرات انبیاء علیھم السلام دِلیل عقلی کے ساتھ ذنوب سے قاطع ہیں یعنی ان کی طرف ذنوب کی نسبت نہیں کی جا سکتی۔

محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں:

فالناس امته من آدم الى يوم القيمة مبشره الله بالمغفرة لما تقدم من ذنوب الناس وما تاخر منهم فكان هوالمخاطب والمقصود الناس فيغفر الله للكل۔(۵۷)

زمانہ حضرت آدم سے یوم قیامت تک پیدا ہونے والے سبھی انسان آپ کی امت ہیں۔ اسی لیے اللہ نے سبھی انسانوں (اہلِ ایمان) کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کی بشارت

دی۔ مخاطب تو آپ ہیں مگر مقصود دوسرے لوگ ہیں اور اللہ سب کی مغفرت فرمائے گا۔

ان المراد لیغفرلك ماتقدم من ذنب امتك وماتاخر بشفاعتك۔(۵۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

لیغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وما تاخر، اقوال درینجا بسیار است، یعنی گفتہ اند مراد چیز یست کہ واقع شد در جاہلیت پیش از نبوت وامام سبکی گفتہ ایں مردوداست زیر اکہ نبود پیغمبر خدارا صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت ووی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم است پیش از نبوت وبعد از وے زمخشری در کشاف گفتہ وبیضاوی نیز درینجا تبعیت وے کردہ کہ مراد جمیع انچہ گذشتہ از فرطات کہ تواند کہ محل عتاب گردد وامام سبکی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ ایں قول نیز مردود است بجہت ثبوت عصمت انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین وتحقیق اجماع کردہ اندامت در عصمت ایشان وآنہاں کہ تجویز صغائر کردند نصے ودلیل ندارند برآں بلکہ از ہمیں آیت وامثال آں گرفتہ اندا۔(۵۹)

یعنی اس آیت کریمہ میں کئی اقوال ہیں بعض نے یہ کہا کہ یہاں وہ خطائیں مراد ہیں جو نبوت سے قبل واقع ہوئیں لیکن امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو رد فرمایا اور کہا کہ یہ قول مردود ہے کیوں کہ نبی کریم نے کوئی زمانہ بھی جاہلیت میں نہیں گذارا بلکہ آپ نبوت سے پہلے اور بعد معصوم ہیں۔ آپ سے کوئی گناہ قبل از نبوت یا بعد از نبوت نہیں سرزد ہوا۔ زمخشری نے کشاف میں ذکر کیا ہے اور علامہ بیضاوی نے بھی اس کی تابعداری کی ہے اور کہا ہے کہ یہاں سے مراد وہ لغزشیں ہیں جو محل عتاب ہیں لیکن امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے رد فرمایا کہ یہ قول بھی مردود ہے کیوں کہ انبیاء کرام کی معصومیت پر امت کا اجماع ہے اس کے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے صغائر گناہوں کے واقع ہونے کو جائز قرار دیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل اور نص نہیں بلکہ وہ اسی آیت کریمہ یا اس قسم کی مثل آیتوں سے دلیل پکڑتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔

طوالت سے بچنے کے لیے صرف ان اکابرین کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی طرح ذنب کی نسبت نبی کریم ﷺ کی بجائے امت کی طرف کی ہے۔

(۱)۔علامہ فخر الدین رازی

(۲)۔علامہ محمد بن حسین ابو عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری

(۳)۔علامہ قاضی عیاض مالکی

(۴)۔علامہ ابو العباس احمد بن محمد سہل بن عطاء الذاہدی بغدادی

(۵)۔علامہ ابو القاسم ھبۃ اللہ بن سلام بغدادی

(۶)۔علامہ ملا علی قاری

(۷)۔علامہ شہاب الدین خفاجی

(۸)۔علامہ ابو حیان اندلسی

(۹)۔علامہ نسفی

(۱۰)۔علامہ سید محمود آلوسی

(۱۱)۔علامہ ملّا معین کاشفی

(۱۲)۔علامہ احمد یار خاں نعیمی

(۱۳)۔امام سید محمد بن ادریس شافعی

(۱۴)۔شیخ اکبر ابن العربی

(۱۵)۔علامہ علی شریف جرجانی

(۱۶)۔علامہ تفتازانی(۶۰)

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے:

❖ ذنب کی نسبت نبی کریم کی طرف کرنے کی بجائے امت کی طرف منسوب کی ہے۔

❖ موول آیت کا ترجمہ صریح کرنے کی بجائے تاویل سے کام لیا ہے۔

❖ سوادِ اعظم کے عقیدہ عصمتِ انبیاء کا مکمل تحفظ کیا۔
❖ ترجمہ کو آیات محکمات کی تائید حاصل ہے۔
❖ ترجمہ کو جملہ اکابرین اہلِ سنت کی حمایت حاصل ہے۔
❖ کنزالایمان عصمت انبیاء کا پاسدار ہے۔

عصمت انبیاء کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس عقیدے سے متعلق قرآنی آیات، حدیث متواترہ، آخبار احاد، حدیث ضعیف، مفسرین کی تحقیقات، مختلف مکاتب کے نظریات اور علم الکلام کو پیشِ نظر رکھا۔ آپ قرآن مجید میں ان تمام آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جس کا تعلق عصمت انبیاء سے ہے اور وہ آیات بھی پیشِ نظر ہیں جس سے بہ ظاہر عدم عصمت انبیاء منسوب ہے اثبات و نفی دونوں پر ایمان لانا لازمی ہے۔ جب کہ دیگر مکاتب فکر نے ان آیات کو اپنے عقیدے کا مرکز بنایا جس میں بہ ظاہر نفَی عصمت انبیاء ہے اور ان آیات سے صرفِ نظر کیا جس پر اثبات عصمت انبیاء کا انحصار ہے۔ ان کی یہ فکر امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کا باعث بنی۔ مولانا احمد رضا خاں نے امت کو انتشار و افتراق سے محفوظ رکھنے کے لیے دیگر مکاتب فکر کی طرح اس مسئلے میں انتہا پسندی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے اہلِ سنّت کے بنیادی اصول 'اعتدال" پر کاربند رہتے ہوئے آپ نفی و اثبات کی آیات میں تطبیق کا فریضہ سرانجام دیا۔ عصمت انبیاء سے متعلق آیات صریح ہیں اس لیے اس کا اثبات کرتے ہیں اور ایسی آیات جس سے بہ ظاہر عصمتِ انبیاء کی نفی ہو وہ آیات مؤول ہیں آپ ان کی تاویل کرتے ہیں تاکہ عدم عصمت انبیاء مندفع ہو جائے۔ اور یہی اصول اعتدال حدیث متواترہ میں بھی اپنایا گیا ہے۔ اور ایسی اخبار آحاد، ضعیف حدیث، آثار، مفسرین اور دیگر کے اقوال جو عصمت انبیاء کی نفی پر دلالت کرتے ہیں انہیں قوی دلائل کی بنیاد پر عصمتِ انبیاء پر نچھاور کر دیا پھر جا کر عصمت انبیاء سے متعلق یہ بے غبار تراجم آیات معرض وجود میں آئے جنہوں نے عصمت انبیاء کے تحفظ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

اسی طرح جس آیت میں بہ ظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو اور مراد اُمت ہو مترجمین نے براہ راست انہیں اپنے ترجموں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کر دیا جیسے تم ہر گز شک نہیں کرنا، کافروں کی خواہشات کی پیروی مت کرنا، باطل کی اتباع مت کرنا، خدا کے ساتھ کوئی معبود نہ بنانا وغیرہ۔ یہ تراجم عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، محبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عصمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عاری دکھائی دیتے ہیں جبکہ مولانا احمد رضا خاں نے اس قسم کی آیات کے تراجم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کرنے کی بجائے امت، کسے باشد اور اے سننے والے مراد لیے ہیں جس سے عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ اور معصومیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھرپور دفاع کیا گیا ہے۔

حوالہ جات:

(۱)۔النبراس، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۳

(۲)۔شرح عقائد، بحوالہ مقالاتِ کاظمی، حصّہ سوم، ص 60

(۳)۔فقہ اکبر بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۴

(۴)۔شرح فقہ اکبر، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۳

(۵)۔جمع الجوامع، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۶

(۶)۔الشفاء، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۲۵

(۷)۔نسیم الریاض، بحوالہ عصمتِ انبیاء، مترجم محمد خاں قادری، ص ۱۳۳۔

(۸)۔سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف، آیت ۶۱

(۹)۔سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۱۲۴

(۱۰)۔سُوْرَۃُ الْحِجْر، آیت ۴۲

(۱۱)۔سُوْرَۃُ ھُوْد، آیت ۸۸

(۱۲)۔سُوْرَۃُ صٓ، آیت ۴۷

(۱۳)۔سُوْرَۃُ الْاَنْبِيَآء، آیت ۹۰

(۱۴)۔سُوْرَۃُ التَّحْرِيْم، آیت ۶

(۱۵)۔سورہ مومن ۵۵

(۱۶)۔سُوْرَۃُ طٰهٰ، آیت ۱۲۱

(۱۷)۔سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۲۸۶

(۱۸)۔سُوْرَۃُ يُوْسُف، آیت ۸

(۱۹)۔عبدالرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۰

(۲۰)۔تفسیرِ کبیر، بحوالہ محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۳۷۸

(۲۱)۔سُوْرَۃُ الْاَنْبِيَآء، آیت ۸۷

(۲۲)۔تفسیرِ کبیر، بحوالہ محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۲۶۰

(۲۳)۔سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰت، آیت ۱۰۳

(۲۴)۔تذکرہ الانبیاء، عبدالرزاق چشتی، ضیاء العلوم، ص 167

(۲۵)۔سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰت، آیت ۱۰۳

(۲۶)۔سُوْرَۃُ الشُّعَرَآء، آیت ۲۰

(۲۷)۔سُوْرَۃُ يُوْسُف، آیت ۲۴

(۲۸)۔عبدالرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۲

(۲۹)۔عبدالرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۳

(۳۰)۔عبدالرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۴

(۳۱)۔عبدالرزاق، علامہ مفتی، محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۱۹۵

(۳۲)۔سُوْرَۃُ صٓ، آیت 32

(۳۳)۔تفسیر کبیر بحوالہ تذکرۃ الانبیاء، عبدالرزاق چشتی، ص ۴۱۴

(۳۴)۔تفسیرِ کبیر، بحوالہ تذکرۃ الانبیاء، عبدالرزاق چشتی، ص ۴۱۱

(۳۵)۔سُوْرَۃُ الضُّحٰی، آیت ۷

(۳۶)۔سُوْرَۃُ الرُّوْم، آیت ۳۰

(۳۷)۔امام ماوردی، النکت العیون۔

(۳۸)۔امام فخر الدین رازی، تفسیر کبیر

(۳۹)۔علامہ قمی، تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان ★

(۴۰)۔علامہ ابن عطا، تفسیر الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن از الثعالبی ★

(۴۱)۔علامہ ابنِ جزی، تفسیر التسھیل لعلوم التنزیل ابن جذی الفرناطی ★

(۴۲)۔علامہ القشیری، تفسیر لطائف الاشارات ★

(۴۳)۔مدارج النبوۃ، بحوالہ تسکین الجنان، ص ۳۸۰

(۴۴)۔سُوْرَۃُ الْفَتْح، آیت ۲

(۴۵)۔شرح عقائد بحوالہ خلاف اولیٰ کے رد میں، ص ۱۲

(۴۶)۔نبراس، بحوالہ خلاف اولیٰ کے رد میں، ص ۱۲

(۴۷)۔التکویر، آیت 9

(۴۸)۔الشعرا، آیت 14

(۴۹)۔محمد کرم شاہ الازہری پیر، ضیاء القرآن، جلد ۵

(۵۰)۔المومن، آیت 3

(۵۱)۔تفسیرِ کبیر، بحوالہ محاسنِ کنزالایمان فی تسکین الجنان، ص ۳۳۸

(۵۲)۔علامہ ابن حیان، البحر المحیط ★

(۵۳)۔امام نسفی، مدارک التفسیرین وحقائق التاویل ★

(۵۴)۔علامہ شوکانی، تفسیر فتح القدیر ★

(۵۵)۔علامہ ابن عادل، تفسیر اللباب فی علوم الکتاب ★

(۵۶)۔امام جلال الدین محلی، تفسیر در المنشور ★

(۵۷)۔ فتوحاتِ مکیہ، جلد دوم، بحوالہ ماہنامہ حجاز جدید، دہلی، نومبر ۱۹۹۱ء، ص ۲۳

(۵۸) مجمع البیان، بحوالہ: عقیدہ شفاعت، ڈاکٹر طاہر القادری، ص ۲۷

(۵۹)۔ بحوالہ: مختصر از مدارج النبوۃ، بحوالہ: تسکین الجنان، ص ۳۹

(۶۰)۔ محمد رمضان گل تر مفتی ''مغفرتِ ذنب'' مشمولہ معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۸